© rasailojaraid.com

مولانا یسین اختر مصباحی

آخری قسط

"تحریکِ وہابیت کا اصل حریف سکھ یا انگریز؟"

— انگریز شہادتوں کی روشنی میں!

۳۲ - یہی ہنٹر ایک اور مقام پر مجاہدین کے مرکز پٹنہ کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کیلئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس لعنتی زمین سے ہجرت کر جائیں۔ کیونکہ کوئی سچا دیندار اپنی روح کو خراب کئے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں" (ہندوستانی مسلمان ص ۱۰۹)

۳۳ - ہنٹر ایک جگہ پر لفظ "وہابی" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"بہترین وہابی وہ ہے جو نہ کسی سے ڈرے نہ کسی پر رحم کھائے۔ اس کی زندگی کا راستہ صاف ہے۔ کسی قسم کی تہدید یا تشدد اس کو اپنی راہ سے منحرف نہیں کر سکتی" (ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ ۱۶۵)

چنانچہ انہی خیالات کی بنا پر وہ اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ:

۳۴ - "لہٰذا اگر یہ مصیبت پھر ہماری قسمت میں لکھی ہے تو سب سے پہلے اندرون ملک میں وہابیوں کی سازش کلی طور پر نیست و نابود کرنا ایک بہت بڑے خطرے کو رفع کرنے کے مترادف ہوگا" (ایضاً ص ۱۶۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ہنٹر کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حکومت برطانیہ اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ وہابیوں کو سمجھتی تھی اور "وہابی" کا لفظ "باغی" کے ہم معنی سمجھا جاتا تھا۔ گویا جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ وہابی ہے اسے بلا تردد انگریزی حکومت کی بغاوت کے جرم میں پکڑا جا سکتا ہے۔

یہ چند ایک اقتباسات ہم نے انگریز مورخین و رپورٹر حضرات کے قلم سے بیان کئے ہیں۔ تتبع اور جستجو کے بعد سینکڑوں ایسے اقتباسات مل سکتے ہیں جن میں انگریز خود اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہمارا اصل حریف وہابیت ہے۔ لیکن ہم اختصار کے پیش نظر اس پہلو کو یہیں ختم کر کے آگے چلتے ہیں۔

اب ہم وہابیوں کی گرفتاری کے متعلق حکومتِ برطانیہ کے روبکار کا ذکر آپ کے سامنے کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ حکومتِ برطانیہ اپنا اصل حریف اور دشمن کس کو سمجھتی تھی اور ہندوستان میں اس کو سیاسی خطرہ کن لوگوں سے تھا؟

اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے تحریکِ مجاہدین کے مشہور مقدمہ انبالہ ۱۸۶۳ء کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں ماخوذ تمام قیدی تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۱۲۱ کے تحت ملکہ وکٹوریہ کے خلاف جنگ کرنے کے ملزم قرار دیئے گئے۔ اس وقت ہم مقدمہ کے مالہ و ماعلیہ کو اختصار کے پیش نظر نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس فیصلے کو نقل کرتے ہیں جو حکومت نے ان ملزمان کے خلاف صادر فرمایا جس سے ان کا حقیقی جرم بھی ثابت ہوگا اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ان لوگوں نے انگریز کو سیاسی شکست دینے کے لئے کتنی جدوجہد سے کام لیا۔

اس مقدمہ کا فیصلہ عدالت نے ۲ رمئی کو سنایا جس میں یحییٰ علی، محمد جعفر اور محمد شفیع کو سزائے موت اور باقی حضرات کو حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں سنائی گئیں۔ اور تمام کی جائیدادوں کو ضبط کرنے کا حکم بھی صادر ہوا۔ یہ فیصلہ ایک صد صفحات پر مشتمل ہے۔ ہنٹر نے فیصلے کے متن سے جو کچھ نقل کیا ہے، اس میں ہر قیدی کے علیحدہ علیحدہ جرم کا خلاصہ ہے اور ہم ذیل میں مختصراً اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ا۔ یحییٰ علی:

"اس عظیم بغاوت کی بڑی کہانی تھے جسے اس مقدمہ کی سماعت نے کھول دیا ہے۔ . . اس نے اپنے سینکڑوں ہزاروں ہموطنوں کو بہکا کر غدر اور بغاوت پہ آمادہ کیا۔ اس نے اپنی سازشوں سے برطانوی حکومتِ ہند کو سرحد کی جنگ میں مبتلا کر دیا جس میں سینکڑوں جانیں ضائع ہو گئیں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص [illegible] ہے، پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوچ سمجھ کر، پختہ ارادے اور سخت غداری سے کیا ہے۔"

ب ۔ جعفر :

"اس قیدی کی شدید عداوت اور باغیانہ ،معتمدانہ قابلیت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے ۔ وہ ایک تعلیم یافتہ شخص ہے اور اپنے گاؤں کا مکھیا ہے ۔ اس کے جرم میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ نہ اس میں تخفیف کی کوئی وجہ ہے۔"

ج ۔ عبدالغفار :

"یہ مہمان خانے کے تمام دنیاوی معاملات کا بندوبست کرتا اور روزانہ رنگروٹوں کو جہاد کے فرضِ عظیم پر لیکچر دیا کرتا ۔ ۔ ۔ جو کچھ اس نے کیا کامل خلوصِ دل سے کیا اور آخر تک انبالہ میں گواہوں کے کٹہرے میں اپنے آقا کے پہلو میں بیباکانہ کھڑا رہا۔"

د ۔ عبدالرحیم :

"اس کے خلاف یہ ثابت ہے کہ یہ غدارانہ کارروائیاں اسی کے مکان میں ہوتی تھیں ۔ ۔ ۔ اسی کا نوکر خزانچی بھی تھا ۔ رنگروٹوں کو کھلاتا پلاتا اور مذہبی دیوانوں کو چندے کی رقمیں بھی بھیجا کرتا ۔ ۔ ۔ جو کچھ اس کے بس میں تھا، حکومت کے خلاف کیا۔"

ہ ۔ حسینی :

"یہ الٰہی بخش کا نوکر پٹنہ کا رہنے والا ہے ۔ اس کے خلاف ثابت ہے کہ ۔ ۔ ۔ مالک نے اسے باغیانہ اغراض کے لئے ترسیلِ رقوم پر مامور کیا تھا ۔ ۔ ۔ اور یہ کہ جس خدمت پر وہ مامور تھا اس کی باغیانہ نوعیت کو وہ خوب سمجھتا تھا۔"

و ۔ عبدالغفور :

"اس کے خلاف یہ ثابت ہے کہ وہ پٹنہ کے یحیٰی علی کا مرید تھا اور یحیٰی علی نے اس کو تھانیسور میں باغیوں کو بھرتی کرنے والے گروہ میں قیدی جعفر کا مددگار متعین کیا تھا اور مدد کرتا رہا۔"

ز ۔ قاضی میاں جان :

"اس کے خلاف یہ ثابت ہے کہ وہ بنگال میں جہاد کی تبلیغ کرتا اور آدمی بھرتی کرتا ۔ ۔ ۔ روپے کی تحصیل کرتا اور بھیجتا اور خطوط کو آگے بڑھاتا وغیرہ وغیرہ ۔ ۔ ۔ اس کے گھر سے نہایت باغیانہ قسم کی مراسلت پکڑی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ چار عرفی نام استعمال کرتا تھا۔"

ح ۔ الٰہی بخش :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اس کے خلاف یہ ثابت ہے کہ یہی واسطہ تھا جس سے پٹنہ کے مولوی اپنی تحصیل کردہ رقوم بالائی حصہ ملک میں جعفر تھانیسوری کو ستھانہ منتقل کر دینے کے لئے بھیجا کرتے تھے"

ط۔ عبدالکریم :

اس کے خلاف ثابت ہے کہ باغیانہ کاموں کیلئے پٹنہ کے منی آرڈروں کو بھناتے کے لئے محمد شفیع ٹھیکیدار گوشت کا خفیہ کارپرداز تھا"

ی۔ حسینی تھانیسری، محمد جعفر اور محمد شفیع قیدیوں کا ان کی غداریوں کا خفیہ کارپرداز اور دلال تھا اور جعفر کی طرف سے محمد شفیع کے پاس ملکہ وکٹوریہ کے دشمنوں کو پہنچانے کے لئے دو سو نئے اشرفیاں لے جاتے ہوئے پکڑا گیا"

اس کے بعد یہ فیصلے توثیق کے لئے جوڈیشل کمشنر رابرٹس کے پاس بھیجے گئے اور ۲۴ راگست ۱۸۶۴ء میں فیصلہ صادر ہوا جس میں تخفیف کر دی گئی کہ جن کو سزائے موت تھی ان کو بھی حبس دوام کی سزا سنا دی گئی۔ اور شفیع کو سرکاری گواہ ہو جانے کے بعد بری کر دیا گیا اور دو سال جیل میں رہ کر باہر آگیا اور ضبط شدہ جائداد بھی واپس کر دی گئی۔ البتہ جعفر وغیرہ کی سزا میں تخفیف اس وجہ سے ہوئی کہ جب حکام کو معلوم ہوا کہ قیدی نے سزائے موت کا خیر مقدم کیا کہ اب وہ اپنے مقصد عظیم کے لئے مرکر شہادت کا درجہ پائیں گے، انہوں نے ان کو اس خوشی سے محروم کرنے کیلئے ان کی سزائیں بدل دیں۔ اس موقع پر ہنٹر نے حکام کے فیصلے کی تحسین کی جس سے جعفر کے قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :

"ان میں سے بدترین غدار باغیوں (ملزمین انبالہ) کو شہادت کی سعادت سے محروم کر کے حکام نے بہت دانشمندانہ انتقام لیا"

دوسرا مقدمہ :

اس تحریک کا دوسرا مقدمہ جو مشہور ہے، پٹنہ کا ہے۔ یہ ۱۸۶۵ء سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقدمہ کے سب سے بڑے کردار احمد اللہ ہیں جو یحییٰ علی کے پٹنہ سے سرحد چلے جانے کے بعد پٹنہ میں تحریک کے ذمہ دار سربراہوں میں سے تھے۔ ان پر متعدد الزامات لگائے گئے جن کی فہرست حسب ذیل ہے :

۱۔ ان مکانات کو جن میں وہ خود خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ رہتے تھے، ستھانہ کے مذہبی دیوانوں کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے کے دفتر کے طور پر استعمال کرنا۔

۲۔ پچھلے غدر (۱۸۵۷ء) کے ایام میں پٹنہ میں سازش کرنا۔

۳۔ اس خاندان کا سردار ہونا جسے بہت بیشتر پنجاب کے بورڈ آف ایڈمنسٹریشن (مجلس منتظمہ) نے ۱۸۴۷ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں متنبہ کر دیا تھا کہ سرحد پر گڑ بڑ نہ پھیلائے۔

۴۔ ایسی کارروائیوں کو اپنے گھر میں موقوف کرنے میں قاصر رہنا ہی نہیں بلکہ برعکس ان کی حوصلہ افزائی اور اعانت کرنا۔

۵۔ ۱۸۶۱ء، ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۳ء کو یا ان کے قریب قریب انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا۔ ۔ ۔ یہ جرم دفعہ ۱۲۱ تعزیراتِ ہند کے تحت قابلِ سزا ہے۔

۶۔ اسی زمانے میں ملکہ وکٹوریہ کے خلاف جنگ میں اعانت کی۔ ۔ ۔ یہ دفعہ ۱۰۹ اور ۱۲۱ کی رو سے جرم ہے۔

۷۔ اسی زمانے میں انہوں نے ملکہ کے خلاف جنگ کے ارادے میں اعانت کی (تعزیراتِ ہند ۱۰۹-۱۲۱) یہ اقدام اسی اعانت کے نتیجے میں کیا گیا۔

۸۔ اسی زمانہ میں انہوں نے ملکہ کے خلاف جنگ کرنے کے ارادے سے آدمیوں کو جمع کرنے میں اعانت کی۔

۹۔ انہوں نے اپنے عمل اور ناجائز فروگزاشتوں سے ملکہ کے خلاف جنگ آوری کے منصوبے کی موجودگی کا اخفا کیا۔

یہ تھی ان الزامات و جرائم کی فہرست جو تمام ابتدائی کارروائیوں —— جو قائم مقام مجسٹریٹ پٹنہ موزرو کی عدالت میں انجام پائیں —— کے بعد ۱۲ر جنوری ۱۸۶۵ء کو احمد اللہ پر عائد کئے گئے تھے۔ چنانچہ بغاوت میں ان کی شرکت کے متعلق حکومت پنجاب کے خیال سے حکومت بنگال نے پٹنہ کے ڈویژنل کمشنر اور مجسٹریٹ کو تحقیقات اور انکی رائے کے لئے باقاعدہ لکھ بھیجا۔ لفٹننٹ گورنر نے بھی ہدایت جاری کردی کہ احمد اللہ کو فوراً سرکاری عہدوں سے برطرف کر دیا جائے۔ اور آئندہ کبھی کسی حیثیت سے حکومت کے تحت کسی ملازمت کے لائق نہ سمجھا جائے۔ چنانچہ احمد اللہ نومبر میں گرفتار کر لئے گئے اور اس سے پیشتر ہی ان کو تقریباً تمام سرکاری عہدوں سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

جج نے مذکورہ بالا الزامات کی پاداش میں احمد اللہ کو ۲۷ر فروری ۱۸۶۵ء کو سزائے موت کا حکم سنایا اور ان کی املاک ضبط کرنے کا حکم بھی دیا۔ لیکن یہ فیصلہ جب توثیق کے لئے ہائی کورٹ میں گیا تو ہائی کورٹ نے سشن کورٹ کی تمام کارروائیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ۱۲ر اپریل ۱۸۶۵ء کو طے کیا کہ ان کے سامنے جو شہادتیں ہیں، وہ قیدی پر دوسرے الزامات کے لئے تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۱۲۱ ع کی رو سے سزا کی تائید میں کافی ہیں۔ اس لئے ہم سشن جج کی دی ہوئی سزائے موت کی توثیق سے انکار کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ قیدی احمد اللہ کو حبس بدوام بعبور دریائے شور دیا جائے اور اس کی تمام املاک کو بحقِ سرکار ضبط کی جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ احمد اللہ جزائر انڈمان منتقل کر دیئے گئے وہ کلکتہ کے راستے بھیجے گئے اور جون ۱۸۶۵ء میں انبالہ کے پہلے مقدمہ اور سزا یافتہ ملزموں سے پہلے وہاں پہنچے۔

یاد رہے انبالہ اور پٹنہ کے مقدمات ایک دوسرے سے بالکل وابستہ تھے۔ دونوں مقدمات میں گواہان استغاثہ کا ایک ہی گروہ اور بہت حد تک ایک ہی طرز کی شہادتیں کام میں لائی گئیں۔ سزا یافتگان جعفر اور شفیع کے سوا دونوں مقدموں کے اہم ملزمین ایک ہی جگہ کے باشندے اور قرابتدار تھے۔ درحقیقت اگر انبالہ اور پٹنہ کے افسروں میں کچھ پیشتر ہم آہنگی اور منصوبہ بندی ہوتی تو احمد اللہ پہلے گرفتار کر لیئے جاتے۔ پٹنہ کا مجسٹریٹ اس عدم آہنگی پر اپنے افسوس کے اظہار سے باز نہ رہا۔ (انتخابات دستاویزات حکومت بنگال جلد ۴ صفحہ ۷۹ تا ۸۳، ہندوستان میں وہابی تحریک ص۲۸۳)

اس کے بعد ہم مختصر انداز میں ان افراد کے نام ذکر کرتے ہیں جو اسی انگریز دشمنی کی بنا پر گرفتار ہوئے، مقدمات چلائے گئے اور ان پر صرف یہی الزام تھا کہ وہ "وہابی" ہیں اور انگریزی استعمار کو اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ چنانچہ امیر عنایت علی وغیرہ کی گرفتاری کے علاوہ محمد حسین، خواجہ حسن علی اور راج محل کے ابراہیم منڈل کو بھی گرفتار کرنے کے بعد راج محل جیل میں قید کر دیا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں خورشید علی اور مبارک علی کو اس وجہ سے گرفتار کر لیا کہ وہ ترسیلِ زر میں وہابیوں سے تعاون کرتے تھے۔

دانا پور کے تقریباً ایک درجن افراد کو ضابطہ ۳ کے تحت گرفتار کر لیا گیا جن میں سے سوداگران چرم امیر خان اور حشمت داد خان بھی تھے۔

اسی کے ساتھ مالدہ کے امیر پر بھی ضابطہ ۳ عائد کر کے اسے پکڑ لیا گیا۔ اس کے بعد حشمت خان اور ان کے ساتھ مختار الٰہی کو ۹ جولائی ۱۸۶۹ء کو کلکتہ میں گرفتار کر لیا گیا۔

پشاور میں جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ان میں مفتی حسینی، احمد علی دانا پوری، غلام ربانی، سید خان اور فیاض علی سرفہرست ہیں۔ ان میں سے سید خان اس وقت کے جنرل ہیلی کا خانساماں اور احمد علی تحریک کا معروف قاصد تھا۔

راولپنڈی میں فخر اللہ اور محمد لقمان وغیرہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اوائل مارچ میں غلام شاہ جی اور آٹھ دیگر آدمیوں کو وہابی ہونے کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا۔

۱۸۶۵ء کی سازش پٹنہ کے سرکردہ منتظموں میں ایک محمد عمر بھی تھے، جن کے تعلقات بہت با اثر افراد سے تھے، ان کو بھی ضابطہ ۳ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔

بہرحال مالدہ کے مقدمہ ۱۸۷۰ء، راج محل کے مقدمہ ۱۸۷۰ء اور پٹنہ کے دوسرے مقدمہ ۱۸۷۱ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ۱۸۶۸ء کے وسط تک تقریباً سارے ہند میں اکثر ممتاز وہابی قائدین ڈھونڈ نکالے گئے اور گرفتار کر لئے گئے ——— ان مقدمات میں ماخوذ مجاہدین کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں۔

ان گرفتار شدگان کے ساتھ نہایت ناروا سلوک کیا گیا اور ان کو بہیمانہ طریقے سے سزائیں دی گئیں۔ مثلاً ابراہیم منڈل کو جس کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا اس کے متعلق خود جیل کا ڈاکٹر کہتا ہے کہ:

"یہ مرطوب اور غیر ہوادار ہے۔ سونے کے لئے کوئی چارپائی نہیں۔ اس سے متصل کوئی بیت الخلاء نہیں یہ کوٹھڑی ہی کا ایک گوشہ اس مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طریقے سے لامحالہ بعض اوقات اس کوٹھڑی ہی کا خوابگاہ کے طور پر استعمال کرنا بالکل ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہو جاتا ہے"۔

اسی طرح حبیب یحییٰ علی کو ۸ر فروری ۱۸۶۳ء ہی گرفتار کر کے عبدالرحیم اور عبدالغفار کے ساتھ جیل بھیجا گیا اور جس کوٹھڑی میں ان کو رکھا گیا، اس کا رقبہ ۴×۵ فٹ تھا۔ چھت بہت بلند تھی اور دیواریں بہت بلندی پر ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ اس زندان کا دروازہ چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کھلتا تھا۔

اور جو کیفیت جزائر انڈمان (کالا پانی) کے قیدیوں کی تھی، اس کی تفصیل کے یہ اوراق متحمل نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ان مجاہدینِ حق نے نہ تو کسی قسم کے لالچ کو قبول کر کے حق کا ساتھ چھوڑا اور نہ ہی کسی مصیبت سے گھبرا کر یا رعب داب میں آ کر راہِ حق سے ہٹنا پسند کیا۔ بلکہ زندان کی سلاخوں کو چوم چوم کر اس علم کو بلند رکھا جس کو سرنگوں کرنے کے لئے انگریز نے تمام قوتیں صرف کر دیں۔ مجاہدین کی جواں ہمتی اور جرأت کے متعلق ہنٹر لکھتا ہے کہ:

"جنہوں نے نہ کبھی وفاداری کا اظہار کیا، نہ ہم سے کوئی رعایت طلب کی۔ یہ مخلص اور ایماندار لوگ تھے جنہوں نے اپنے تئیں زہر میں بجھے ہوئے ہتھیار چھوڑ لئے تھے۔ جو ایک باطل دین نے ان کے ہاتھ میں دے رکھے تھے۔ اور اب جبکہ انہوں نے اپنی غداری کا خمیازہ بھگت لیا تو تاریخ ان کے حشر کو ایسے جذبے سے یاد رکھے گی جو ترحم و تاسف سے ملتا جلتا ہو گا"۔

لیکن آج یہ انداز بھی بڑا قابلِ رحم و تاسف ہے کہ جن کو انگریز اپنا دشمن، سیاسی خطرہ، مذہبی دیوانے کہتا ہے ——— جن کی جائدادیں ضبط ہوئیں، جیلوں میں گئے، جان و مال کا نذرانہ پیش کیا، عدالتوں کا بائیکاٹ کیا، ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا وغیرہ وغیرہ، ان کو مجاہدینِ آزادی کی فہرست سے خارج کیا جا رہا ہے اور جنہوں نے کچھ بھی نہ کیا اور جن کو انگریز نے کچھ بھی نہ سمجھا وہ جنگِ آزادی کے ہیرو بن رہے ہیں۔ اسے گردشِ ایام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کرشمہ ہی تو کہا جا سکتا ہے۔

معزز قارئین، سابقہ بحث میں آپ نے تینوں اعتبار سے بخوبی اندازہ کر لیا ہوگا کہ انگریز کا اصل حریف کون تھا؛ لیکن افسوس کہ آج انگریز دشمنی کا سہرا ان لوگوں کے نام سجایا جا رہا ہے جو اس وقت شاید موجود بھی نہ ہوں۔ آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ انگریز، علمی برادران، خاندانِ صادق پور اور اصحابِ پٹنہ وغیرہ کو تو نام لے لے کر اپنا حریف اور دشمن کہتا ہے، انہیں پابندِ سلاسل کرتا ہے لیکن کیا کسی مقام پر انگریز نے احمد رضا خاں یا فضل حق خیر آبادی کو بھی اپنا حریف کہا؟ کیا کسی مقام پہ فضل رسول بدایونی کا نام بھی آیا؟ کہیں مولوی محمد، عبدالقادر لدھیانوی کا ذکر بھی دیکھا؟ کسی وقت کفایت علی یا نعیم الدین مراد آبادی کو بھی انگریز نے اپنا دشمن کہا؟ ——— نہیں اور ہرگز نہیں! ——— کیونکہ یہ لوگ تو انگریز کے وظیفہ خوار تھے، اپنے سفید فام آقا کے حضور "اعلام الاعلام" کا نذرانہ عقیدت پیش کرنے والے تھے ——— "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" لکھ کر وظیفہ حاصل کرنے والے تھے۔ یہ گروہ تو تھا ہی انگریزی استعمار کی پیداوار! ——— یہ ایک تکفیری فرقہ تھا جسے انگریز نے قادیان کی طرح اپنے حصولِ مقاصد کے لئے ایجاد کیا۔ اور اس کی مال و زر سے پرورش کی! ——— یاد رہے مولوی فضل رسول بدایونی کو وہابیوں کے خلاف کام کرنے پر ریاست حیدر آباد سترہ روپے یومیہ وظیفہ دیتی تھی جو بعد میں گیارہ روپے ہو گیا۔ اور ۱۹۱۵ء تک اس کی اولاد یہ وظیفہ حاصل کرتی رہی۔

اور پھر دیوبند تو پیداوار ہی بعد کی ہے۔ حسین احمد مدنی، قاسم نانوتوی تو اس وقت معرضِ وجود میں آئے جب یہ فتنہ مجاہدین کی کوششوں کی وجہ سے تنزل پذیر تھا۔ لہٰذا ان لوگوں کو جنگِ آزادی کا ہیرو قرار دینا سراسر تاریخ و تحریک سے ناانصافی ہے۔ درِاصل جنگِ آزادی ۵۷ء کے ہیرو وہ لوگ ہیں جنہوں نے انگریز سے اس وقت ٹکر لی جب وہابیت کو سیاسی خطرہ سمجھا جاتا تھا۔ اور جو وہابیوں کو راہ چلتے پانی بھی پلاتا، گرفتار ہو جاتا۔ اب جو شخص فتنہ کی ابتدا میں اس کی سرکوبی کرتا ہے، اس کا توڑ کرتا ہو اور جو ان کی کوشش و جدوجہد کا ثمرہ حاصل کرے، سبھی کچھ اس کے دامن میں چھپا دینا انصاف کا تقاضا نہیں ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کی کوششوں کو قبول فرما کر نہ صرف تاریخ میں انہیں ان کا صحیح مقام عطا فرمائے بلکہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، ان کی قبروں کو نورِ ایمان سے روشن رکھے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین!

؎ بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں "ہندوستان میں وہابی تحریک" "مجاہدین جنگ آزادی" "مکتوبات سید احمد شہید" اور سید احمد شہید جیسی دیگر تحریکی شخصیات پر لکھی گئی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com